سلسلۂ تقاریر الٓمّٓ

سورۂ عنکبوت

ڈاکٹر اسرار احمد

السلام علیکم: نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد،

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا

وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ

فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ ۝

صدق اللہ العظیم

سورۂ قصص کے بعد قرآن حکیم میں چار وہ سورتیں ہیں، جن کا آغاز حروف مقطعات "الٓمّٓ" سے ہوتا ہے۔ یعنی سورۂ عنکبوت، سورۂ روم، سورۂ لقمان اور سورۂ سجدہ۔ ان چاروں سورتوں کا زمانۂ نزول تقریباً ایک ہی ہے — یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قیام مکہ کے وسطی دور کا نصف اوّل گویا کہ آغاز وحی کے بعد چوتھے یا پانچویں سال یہ چاروں سورتیں نازل ہوئی ہیں۔ جہاں تک حروف مقطعات "الٓمّٓ" کا تعلق ہے، یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ اگرچہ ان کے حتمی اور قطعی معنی تو کسی کو معلوم نہیں، سوائے اللہ اور اسکے رسول کے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ تاہم حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایک قول ہے کہ یہ مخفف ہے ایک مکمل جملے کا — "اَنَا اللّٰہُ اَعْلَمُ" 'میں اللہ سب سے بڑھ کر جاننے والا ہوں' — واللہ اعلم!

سورۂ عنکبوت جو ۶۹ آیات اور سات رکوعوں پر مشتمل ہے' ابتدا سے

آخیر تک ایک ہی مسلسل اور مربوط مضمون ہے کہ جو اس میں جاری ہے اور وہ مضمون ہے شدائد و مصائب اور ابتلاء و آزمائش میں اہلِ ایمان کا کردار۔ یہ بات ذہن میں رہنی چاہیئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ میں اپنی دعوت کا آغاز فرمایا تو وہاں جو ابتدائی ردّ عمل سامنے آیا، وہ تمسخر اور استہزاء کا تھا۔ گویا کہ یوں کہیئے کہ مخالفین نے کوشش کی کہ حضورؐ کی دعوت کو چٹکیوں میں اڑا دیں۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد جب انہوں نے یہ محسوس کیا کہ یہ دعوت تو جنگل کی آگ کی طرح پھیل رہی ہے اور ہمارا نوجوان طبقہ بھی اس سے متأثر ہو رہا ہے۔ اور بالخصوص غلاموں میں سے کثیر تعداد میں لوگ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے ہیں۔ تو پھر دوسرے ردّ عمل کا ظہور ہوا۔ اور وہ تھا PERSECUTION یعنی شدید تعذیب و تشدّد کا عمل۔

یہ معاملہ ۵ نبوی میں اپنے پورے عروج کو پہنچ گیا۔ اس زمانے کا ایک واقعہ حضرت خبّاب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل فرماتے ہیں اور یہ واضح رہے کہ حضرت خبّاب وہ ہیں کہ جنہیں کفار نے دہکتے ہوئے انگاروں پہ ننگی پیٹھ کے بل لٹا دیا تھا۔ اور ان کی کمر کی چربی سے آگ ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب شدائد و مصائب آخری حد تک پہنچ گئے اور ناقابل برداشت ہو گئے تو ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کیا کہ حضورؐ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ یہ صورتِ حال اب تک جاری رہے گی!! اس پر آپؐ نے اظہارِ ناراضگی فرمایا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ جلدی مچا رہے ہو۔ تم سے پہلے جو لوگ اس راستے پر آئے ان کے ساتھ تو ایسا بھی ہوا کہ کسی اللہ کے ماننے والے کو لایا جاتا تھا اور ایک گڑھے میں اس کو گاڑ دیا جاتا تھا۔ اور پھر ایک آرا اسکے سر پر رکھ کر چیرنا شروع کر دیتے تھے۔ اور اسکے کے پورے جسم کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ لوگوں کی ہڈیوں پر سے ان کے

گوشت کو لوہے کی کنگھیوں سے کھرچ دیا جاتا تھا۔ توحید کے ماننے والوں کے ساتھ ایسا بھی ہوا کہ انہیں زندہ آگ میں جلا دیا گیا۔ خدا کی قسم تم صبر سے کام لو تو وہ وقت آ کر رہے گا جبکہ ایک سوار صنعا سے حضرموت (یمن کا ایک مقام) تک کا سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی اور سے خوف نہ ہوگا۔ بالکل یہی انداز ہے اس سورۂ مبارکہ کے پہلے رکوع میں۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اہل ایمان کی طرف سے ان مصائب اور مشکلات پر جس گھبراہٹ کا اظہار ہو رہا ہے اس پر کسی قدر اظہار خفگی ہے۔ اور کچھ زجر ہے اور تنبیہہ ہے۔ فرمایا جاتا ہے۔

الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا
وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ
اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝

کیا لوگوں نے یہ سمجھا تھا کہ وہ صرف یہ کہہ کر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ اور ان کو آزمایا نہ جائے گا۔ حالانکہ ہمارا تو یہ مستقل طریقہ رہا ہے کہ ہم تو بالکل کھول کر رکھ دیتے ہیں۔ کہ کون سچے ہیں یعنی اپنے دعوائے ایمان میں اور کون جھوٹے ہیں۔ یعنی ایمان کے جھوٹ موٹ کے دعویدار۔

یہ بات اسی رکوع کے آخر میں مزید واضح ہو کر سامنے آتی ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ
جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ (۱۰)

لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں کہ جو کہتے تو یہ ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، لیکن جب ان کو لوگوں کی طرف سے آزمایا جاتا ہے۔ ابتلاء اور مصیبت میں مبتلا کیا جاتا ہے تو وہ ایسے گھبرا اٹھتے ہیں جیسے اللہ کے عذاب سے گھبرانا چاہیئے۔

اس کے آخر میں فرمایا گیا۔

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ۝(۱۱)

اللہ تعالیٰ انہی آزمائشوں اور انہی امتحانات کے ذریعے واضح کر دیتا ہے

کہ کون حقیقتاً مومن ہے اور کون درحقیقت منافق ہیں - اور صرف جھوٹ موٹ کا دعویٰ ایمان کر رہے ہیں -

یہ انداز ہے اس سورہ مبارکہ کے آغاز کا - اگرچہ اہل ایمان کی دلجوئی اور تسلّی و تشفّی بھی ساتھ ساتھ ہے جیسے کہ کسی بھی ماہر تربیت کے انداز میں ہونی چاہیے - چنانچہ یہ تشفی بھی آئی ہے -

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ (۵)

جو کوئی بھی اللہ سے ملاقات کی امید میں یہ ساری سختیاں جھیل رہا ہے، اسے مطمئن رہنا چاہیے کہ اللہ کا معیّن وقت آکر رہے گا - مزید یہ کہ بڑے ہی پرزور وعدے بھی کیے گئے ہیں اور ان وعدوں میں انتہائی EMPHASIS ہے - بڑے ہی یقین کے ساتھ فرمایا گیا کہ جو لوگ اس راہ پر ثابت قدم رہیں گے -

لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ - (۷)

ہم یقیناً ان سے ان کی برائیوں کو دور کر دیں گے -

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِیْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥ (۷)

اور ہم انہیں انکے اعمال کا بہترین بدلہ دیں گے - پھر آگے چل کر فرمایا

لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِی الصّٰلِحِیْنَ (۹)

ہم ان کو یقیناً اپنے صالح اور نیکوکار بندوں میں شامل فرمائیں گے -

اس کے بعد تین رکوعوں میں یعنی دوسرے تیسرے اور چوتھے رکوع میں اللہ تعالےٰ نے اپنے اولوالعزم پیغمبروں کا ذکر فرمایا ہے - اس ضمن میں حضرت نوح علیہ السلام کے ذکر سے آغاز ہوا کہ انہوں نے ساڑھے نو سو برس تک اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی - قوم استہزاء کرتی رہی انکار کرتی رہی، مذاق اڑاتی رہی لیکن وہ پورے صبر و ثبات کے ساتھ اپنے فرض منصبی کو ادا کرتے رہے - گویا کہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور صحابہ کرام کے لئے ایک تلقین پوشیدہ ہے - وہی بات جو سورہ احقاف میں آچکی ہے ،

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ

صبر کیجئے جیسا کہ ہمارے اولوالعزم پیغمبر صبر کرتے ہیں۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے اور ان کے تذکرے میں شرک کے بارے میں ایک بہت ہی عمدہ تمثیل آئی ہے کہ درحقیقت شرک کے لئے فطرت انسانی میں کوئی بنیاد موجود نہیں ہے۔ بلکہ فطرت تو توحید پر ہے۔ البتہ یہ کہ لوگ اس شرک پر اس لئے قائم رہ جاتے ہیں، کہ جو مشرکانہ نظام چلا آ رہا ہے، اسی کی وجہ سے ان میں مودت رہتی ہے۔

مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

حیات دنیاوی میں تمہارے مابین آپس کے تعلقات میں بھائی چارہ ہے۔ محبتیں ہیں، منفعتیں ہیں۔ مفادات ہیں۔ اس مشرکانہ نظام سے تمہارے یہ تعلقات ہیں لہٰذا تم شرک پر اڑے ہوئے ہو۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ فطرت انسانی میں شرک کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اس کے بعد قوم عاد اور قوم ثمود کا ذکر ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون اور قارون اور ہامان کا ذکر ہے۔ اور ان سب کے تذکرے کا حاصل یہی ہے کہ یہ معاملہ جو آج مسلمانو! تمہارے سامنے ہے جس سے تمہیں سابقہ پیش آ رہا ہے یہ آج کوئی پہلی مرتبہ ایسا نہیں ہوا۔ ہمیشہ تاریخ میں یہ معاملات اسی طرح ہوتے رہے ہیں ہمارے پیغمبروں نے دعوت حق دی اور جواباً منکرین کی طرف سے کفار کی طرف سے اسی طرح کا طرز عمل ظاہر ہوا۔ جیسا کہ آج مکہ کے کفار اور مشرکین کی طرف سے ہو رہا ہے۔

آخری تین رکوعوں میں یعنی رکوع نمبر ۵، ۶، ۷، میں اہل ایمان کو ہدایات دی گئی ہیں کہ اس قسم کے حالات سے جب مسلمان دوچار ہوں، یہ شدائد یہ مصائب، یہ مشکلات، یہ امتحانات، یہ PERSECUTION ہو تو اس میں ثابت قدم رہنے کے لئے چار موٹی موٹی باتیں ہیں کہ جن کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

سب سے اہم چیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط رکھو۔ اور اس کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت ہے، نماز کا قائم کرنا ہے اور اللہ کا ذکر ہے۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (۴۵)

سب سے بڑی چیز درحقیقت تعلق مع اللہ ہے ۔ اور قیام صلوٰۃ ہے اور اللہ کی یاد ہے ۔ نماز وہ چیز ہے جو فحش اور بُرے کاموں سے روکتی ہے ۔ دوسری ہدایت یہ دی گئی کہ یہ بات پیش نظر رہے کہ یہ دُنیا کی زندگی عارضی زندگی ہے ایک کھیل تماشے سے زیادہ اس کی حقیقت نہیں ہے ۔ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے ۔ کاش! ان کو اس کا صحیح و حقیقی شعور ہوتا۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ (۶۴)

تیسری ہدایت، اور اس میں درحقیقت ایک لطیف اشارہ پنہاں تھا ہجرت حبشہ کی طرف، وہ ہدایت یہ ہے کہ

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اے میرے وہ بندو! جو ایمان لائے ہو،

اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۝ (۵۶)

میری زمین بڑی کشادہ ہے ۔ بس تم صرف میری ہی بندگی کرو ۔ اگر کسی ایک مقام پر تمہارے لئے توحید پر گامزن رہنا، ثابت قدم رہنا ممکن نہ رہے تو اس زمین کو خیر باد کہہ دو ۔ اللہ کی زمین کو تم کشادہ پاؤ گے ۔ کہیں اور چلے جاؤ ۔ لیکن کسی صورت میں بھی توحید کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے ۔

آخری آیت مبارکہ میں تو اہل ایمان کے لئے ایک بہت ہی بڑی خوشخبری، بہت ہی حوصلہ افزا نوید جانفزا ہے ۔ فرمایا ۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ

اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ٥ (۶۹)

اللہ تعالےٰ کا پختہ وعدہ ہے کہ جو لوگ ہماری راہ میں محنتیں کریں گے، کوششیں کریں گے، ہمارا یہ پختہ وعدہ ہے ان سے کہ ہم اُن پر اپنے راستے کھولتے چلے جائیں گے۔ اور اللہ تعالےٰ کی معیت حاصل ہے ان کو جو احسان کی روش اختیار کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اجْعَلْنَا مِنْھُمْ

پروردگارا ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل فرما۔ آمین یارب العلمین

وَآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

(بقیہ: صداقت قرآن کریم کی ایک نفسیاتی شہادت)

دوسرے حال سے مخالف نظر آوے اور قرآن شریف جو خالق کا کلام ہے — یہاں ہر چیز کے بیان میں دوسری جانب بھی نظر ہوتی ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہو کہ ہر چیز کا بیان ہر مقام میں ایک راہ پر ہے۔ یہاں منافقوں کا مذکور تھا تو ہر بات پر الزام اسی قدر ہے جتنا چاہیے اور جماعت میں سے انہیں پر الزام ہے جو لائق الزام ہیں۔ اسی واسطے فرمایا کہ بعضے ان میں سے یوں کرتے ہیں " (موضح القرآن)

لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ ٥